کافر کہو گے؟

نذر الرضوی

مکتبہ رضویہ
۱۲/۳۸۹۔ نشتر آباد۔ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا

نحمدہٗ تعالیٰ

بریلوی اور دیوبندی چپقلش کو مٹانے والا

رسالہ ہدایت قبالہ

کافر کہو گے؟

جس میں

ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر علمائے دیوبند کو ان کے معاصر اجلہ علماء و صوفیا نے جنہیں بریلوی علماء بھی مستند و معتمد مانتے ہیں ان کی اُن تحریرات و عبارات کو جنھیں مکفر بریلوی علماء کفریہ بتاتے ہیں جاننے کے باوجود کافر نہ کہا بلکہ ان کی مدح و ستائش کی، جس سے لازم آیا کہ اُن مستند و معتمد اجلہ علماء و صوفیا کے نزدیک وہ عبارات و تحریرات صحیح معانی و مفاہیم کی حامل ہیں پس مکفر بریلوی علماء کو اُن مستند و معتمد علیہ علماء و صوفیا پر اعتماد کا ثبوت دیتے ہوئے انہی کی طرح اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر سے باز رہنا چاہیے ورنہ انہیں اکابرین علمائے دیوبند کے ساتھ اُن کی تکفیر نہ کرنے والے ان معتمد و مستند اجلہ علماء و صوفیا کی نیز انہیں معتمد و مستند ماننے کی وجہ سے اپنی اور مجملہ بریلوی اکابر و اصاغر کی تکفیر لازم ہوگی۔

نذر الرضوی

شائع کردہ: مکتبہ رضویہ 389/12 نشتر آباد فیصل آباد

انتساب

ان بریلوی علما و طلبا کے نام

—— جو ——

تکفیری روش سے نالاں ہیں اور بریلوی و دیوبندی چپقلش کو دور کرنے کے لیے سرگرداں ہیں۔ ان سے التماس و توقع کہ حسبِ حکم

تعاونوا علی البر والتقوی

اس کارِ خیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے راقم سے رابطہ قائم فرمائیں۔

والسلام

نذر الرضوی غفرلہ القوی

رائے ہاؤس لشتر آباد و سٹریٹ نمبر ۱۲

فیصل آباد

فہرست

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحات
۱.	السوال	۵
۲.	تمہید	۶
۳.	امام محمد اسمٰعیل شہید اور ان کے پیر و مرشد کے ساتھ معاصر علما و صوفیا کے تعلقات	۸
۴.	امام محمد اسمٰعیل شہید کے مختصر سوانح	۹
۵.	حضرات ثلاثہ دہلی کے امام موصوف کے ساتھ تعلقات	۱۲
۶.	امام محمد اسحٰق محدث دہلوی کے تعلقات	۱۷
۷.	شاہ ابوسعید مجددی دہلوی کے تعلقات	۱۸
۸.	شاہ عبدالرحیم ولایتی کے تعلقات	۱۹
۹.	دیگر علمائے دہلی کے تعلقات	۲۱
۱۰.	مولانا فضل حق خیرآبادی کے تعلقات	۲۲
۱۱.	مولانا عبدالحق خیرآبادی کی مولانا احمد رضا خان کو فرقہ بازی پر سرزنش	۲۴
۱۲.	بیرونِ دہلی کے علما و صوفیا کے امام محمد اسمٰعیل سے تعلقات	۲۶
۱۳.	ولی اللٰہی علما و صوفیا اور جنگ آزادی کی قیادت	۲۷
۱۴.	جہادی علما و صوفیا سے انگریز کا انتقام	۲۸
۱۵.	جہاد کا مستقل سدباب کرنے کے لیے انگریزی منصوبہ	۲۸
۱۶.	جہادی علما و صوفیا کیخلاف منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مولانا فضل رسول بدایونی کا انتخاب	۳۰
۱۷.	خاندان ولی اللٰہی کیخلاف مولانا بدایونی کی تکفیری مہم	۳۱

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحات
۱۸.	مولانا بدایونی کی تکفیری مہم کیخلاف ولی اللہی علماء و صوفیا کا ردِ عمل	۳۲
۱۹.	مولانا بدایونی کی مہم اور اس کیخلاف ولی اللہی علماء و صوفیا کے ردِ عمل کا عوام پر اثر	۳۳
۲۰.	اجلہ علماء و صوفیا کا رویہ	۳۳
۲۱.	تکفیری مہم کی مولانا بدایونی کے بعد کی قیادت	۳۴
۲۱.	انگریز نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کو ولی اللہی علماء و صوفیا سے کیسے متنفر کیا۔	۳۵
۲۲.	انگریزی سازش سے براہ راست متاثر ہونے کے بعد مولانا بریلوی کا رویہ	۳۶
۲۴	متذکرہ سازش سے متاثر ہونے سے قبل مولانا بریلوی کا رویہ	۳۷
۲۵	مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی کے ساتھ معاصر علماء و صوفیا کا معاملہ	۳۸
۲۶.	مختصر سوانح عمری	۳۸
۲۷.	مولانا نانوتوی پر مکفر بریلوی علما کا الزام	۴۰
۲۸.	اجلہ علماء و صوفیا کا مولانا نانوتوی کے ساتھ رویہ	۴۱
۲۹.	مولانا بریلوی نے بھی تحذیر الناس کی اشاعت کے تقریباً تیس سال بعد تک مولانا نانوتوی کی تکفیر نہیں [illegible]	
۳۰.	مولانا رشید احمد گنگوہی کے ساتھ ان کے اجلہ معاصرین کا برتاؤ	۴۴
۳۱.	مولانا بریلوی کا مولانا گنگوہی اور مولانا انبیٹھوی کی تکفیر میں فتویٰ	۴۵
۳۲.	اجلہ معاصرین کا مولانا گنگوہی اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سے براہین قاطعہ کی اشاعت کے بعد برتاؤ	
۳۳.	مولانا گنگوہی اور مولانا انبیٹھوی کی عدم تکفیر میں مولانا بریلوی کا فتویٰ	۴۷
۳۴.	مولانا محمد اشرف علی فاروقی تھانوی اور ان کے اجلہ معاصرین۔	۴۸
۳۵.	نتیجہ بحث	۴۹

السوال

علمائے دیوبند جن کے خلاف آج کل طوفانِ تکفیر برپا ہے

کیسے ہیں؟

اور اُن کی تکفیر کرنی چاہیے یا نہیں کافر کہنے والے بریلوی علماء کو کیسا سمجھنا چاہیے۔

بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

تمہید

دیوبندی علماء کو مکفر[1] بریلوی علماؑ اُن کے اکابر مثلاً امام محمد اسمٰعیل شہید فاروقی دہلوی، مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی، مولانا رشید احمد ایوبی انصاری گنگوہی، اور مولانا محمد اشرف علی فاروقی تھانوی رحمہم اللہ العزیز القوی کی بعض عبارات کی بنا پر کافر قرار دیتے ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ متذکرہ حضرات نے اپنی تصنیفات و تالیفات مثلاً تقویۃ الایمان تنویر العینین، صراطِ مستقیم، تحذیر الناس، فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان میں مولیٰ تعالیٰ اور اس کے مقدس انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی واضح اور کھلے انداز میں توہین و تنقیص کی ہے جس کی بنا پر وہ دائرہ ایمان و اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور دیوبندی علماؑ چونکہ اپنے ان اکابر کی اُن عبارات کی تردید نہیں کرتے بلکہ انہیں صحیح اور درست یقین و تسلیم کرتے ہیں لہٰذا وہ بھی اپنے متذکرہ

---

[1] بریلوی علماء کے ساتھ مکفر کی قید اس لیے لگائی گئی کیونکہ سب بریلوی علما دیوبندی علماؑ کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں

اکابر کی طرح کافر و مرتد ہیں اور یوں وہ اس تکفیری دائرے کو نہ صرف ہزاروں دیوبندی علماؑ بلکہ اُن کی وساطت سے عقاید و اعمال میں اُن کی اتباع و اقتدا کرنے والے لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں تک پھیلا دیتے ہیں۔

دوسری طرف دیوبندی علماؑ اپنے اکابر کو خدا اور انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کے مبینہ الزام سے مبرّا بتاتے ہیں اور اُن کی متنازعہ عبارات کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اُن کا موقف یہ ہے کہ اُن کی مبینہ عبارات سے خدا و انبیا کی توہین و تنقیص پر مبنی مضامین ہرگز برآمد و ظاہر نہیں ہوتے۔ اُن کفریہ مضامین کی اُن حضرات کی طرف نسبت بہتانِ عظیم اور افترائے صریح ہے۔

دونوں گروہوں میں سے کونسا سچا ہے اور کون مغالطے کا شکار اور دوسروں کو مغالطے میں ڈالنے والا! یعنی متذکرہ عبارات توہین کے مضامین و مفاہیم کی حامل ہیں یا نہیں! اس امر کی تحقیق کے لیے فریقین کی طویل بحثوں پر مبنی سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتابوں کے پڑھنے میں دقت اور مغز کھپانے کی بجائے مناسب یہ ہے کہ متذکرہ عبارات کے قائلین کے معاصر علماؑ و صوفیا کی طرف رجوع کیا جائے آخر جن عبارات کے متعلق مکفر بریلوی علماؑ نے آج اتنا شور بپا کر رکھا ہے کہ کفریہ ہیں اور انکے قائلین کافر ہیں۔ وہ کوئی آج کی تو نہیں ہیں کہ پہلے علماؑ ان سے بے خبر رہے ہوں نیز جن حضرات کی وہ عبارات ہیں وہ اُن کی تقریروں کے اقتباسات بھی نہیں

کہ جہاں کچھے وہیں کے لوگوں نے سنے اور دور و دراز کے لوگوں کے علم میں نہ آئے بلکہ تحریروں کے اجزا ہیں اور وہ تحریریں اُن کی حیاتِ ظاہری میں شائع ہوئیں ملک کے طول و عرض میں پھیلیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معاصر علما و صوفیا کے پڑھنے سننے میں نہ آئی ہوں گی ضرور بالضرور ان کے علم میں بھی آئی یا لائی گئی ہوں گی۔ تو پھر کیا اُن حضرات نے بھی اُن عبارات کو اُنہی معانی و مفاہیم پر جو مکفر بریلوی علما مراد لیتے ہیں اور کفریہ ہیں، محمول کیا۔ اگر انہوں نے ان عبارات کو انہی معانی پر محمول کیا ہوگا تو لازماً اُن حضرات کی تکفیر بھی کی ہوگی اور اُن کے ساتھ کفار و مرتدین کا سا معاملہ اور برتاؤ روا رکھا ہوگا اور اگر انہوں نے اُن کے ساتھ کفار و مرتدین کا سا برتاؤ نہیں کیا اور انکی تکفیر نہیں کی تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اُن کے نزدیک متذکرہ عبارات مکفر بریلوی علما کے پروپیگنڈے کے زور پر باور کرائے گئے کفریہ معانی و مفاہیم کی ترجمان ہرگز نہیں ہیں۔

آیئے اب ذرا متذکرہ اکابر علمائے دیوبند میں سے ایک ایک کے ساتھ اُن کے معاصر علما و صوفیا کے تعلقات و معاملات کا مشاہدہ کیجیے۔ اور جائزہ لیجیے کہ وہ ان کے ساتھ اہل اسلام کا سا سلوک کرتے ہیں یا اہل کفر و ارتداد کا سا۔

امام محمد اسمٰعیل شہید اور اُن کے پیر و مرشد کے ساتھ معاصر علما و صوفیا کے تعلقات

لیجیے سب سے پہلے امام محمد اسمٰعیل

شہید فاروقی دہلوی اور اُن کے پیر و مرشد امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہما اللہ العزیز القوی اور اُن کے معاصر علما و صوفیا کے آپس کے تعلقات ملاحظہ فرمایئے۔ لیکن مناسب ہے کہ تعلقات کے جائزے سے قبل امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے متعارف ہو لیجیے۔

امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر سوانح۔

امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹۳ھ میں رونق افروز عالم ہوتے ہیں اور تیرھویں صدی ہجری کے پہلے ہی عشرے میں جملہ متداولہ علوم فنون شریعت میں اپنے زمانے میں علم و فضل کے شمس و قمر حضرت امام شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمہم اللہ تعالیٰ سے سندِ فضیلت و فراغت حاصل کرکے اگر ایک طرف اپنے عم محترم امام شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حسب حکم انہی کے مدرسے میں مسندِ تدریس پر جلوہ آرا ہو کر طلبائے علم کو اپنے علم و فضل سے فیضیاب کرنے لگتے ہیں تو دوسری طرف دنیا کی عظیم ترین مسجدوں میں سے ایک یعنی جامع مسجد دہلی میں اپنے عم مکرم امام عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ان کے حسب ارشاد عامۃ المسلمین کی دینی اصلاح کیلئے تبلیغی خطبات کا سلسلہ شروع فرما دیتے ہیں۔ ان تقریروں میں توحید و سنت کی تائید اور شرک و بدعات

کی تردید بڑی شد و مد کے ساتھ ایسے بلیغ انداز میں فرماتے ہیں کہ بقول امام الہند ابوالکلام رحمۃ اللہ القدوس السلام[1]

"دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے تھے۔ اب اس سلطانِ وقت اور اسکندرِ عزم (امام محمد اسمٰعیل شہید) کی بدولت شاہ جہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گذر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب برسر بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کو نقوش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔ ؎

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسمان سے ہم"

امام موصوف رحمۃ اللہ فی سنہ ۱۲۳۳ھ میں امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ العزیز القوی کے حسبِ ارشاد اُن کے خلیفۂ اعظم امام سید احمد شہید رائے بریلوی رحمۃ اللہ العزیز القوی کے دستِ باکرامت پر بیعتِ سلوک کر کے بسلسلہ تبلیغ و اصلاح ان کی معیت میں مختلف علاقوں کے دورے کرتے ہیں جو انتہائی کامیاب دورے ثابت ہوتے ہیں۔ بکثرت علما و صوفیا حضرت سید صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لے تذکرہ صفحہ ۲۴۵

دورانِ سفر توحید و سنت کی تائید اور شرک و بدعات کی تردید میں جگہ جگہ سینکڑوں ہزاروں کے مجمعوں میں آپ وعظ فرماتے ہیں۔ ان تبلیغی دوروں کا سلسلہ سنہ ۱۲۳۶ھ تک چلتا ہے۔ اسی دوران مولوی یار محمد مانگپوری مرحوم کے ایک فتوے کا چرچا ہوتا ہے۔ جس میں انہوں نے سفرِ حج میں رہزنی کی وارداتوں کے خطرے کے پیشِ نظر مسلمانانِ ہند پر حج کی فرضیت کو ساقط قرار دیا تھا۔ امام صاحب مولوی موصوف کے فتوے میں مذکور دلائل کی خوب قلعی کھولتے ہیں اور ان کے بیان کردہ عذرات کو عذرِ لنگ قرار دیتے ہوئے قوی دلائل کے ساتھ اہل استطاعت ہندی مسلمانوں پر حج فرض ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ لیکن احقاقِ حق کی یہ صرف علمی صورت تھی وقت کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی مردِ میدان اٹھے اور علی الاعلان سفرِ حج کر کے دکھائے۔ لہٰذا امام موصوف احقاقِ حق کی متذکرہ علمی صورت پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ حسبِ حکم و اجازتِ امام شاہ عبدالعزیز اپنے مرشد حضرت سید احمد شہید رحمہما اللہ کے ساتھ عزم حج کرتے ہیں۔ اور امیر قافلۂ حجاج یعنی سید صاحب کی طرف سے چار دانگِ ہند میں اعلان فرما دیتے ہیں کہ ؎

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

سنہ ۱۲۳۶ھ میں فریضۂ حج ادا فرماتے ہیں جہاں بھی بکثرت علما و صوفیا اور اعیانِ حرمین طیبین حضرت سید صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں۔ امام صاحب خطبات کا سلسلہ یہاں

بھی جاری رکھتے ہیں۔ مسجد حرم میں حجۃ اللہ البالغہ کا مجمع علماء میں درس دیتے ہیں۔ شیخ حسن آفندی مرحوم مکہ معظمہ میں سلطان مصر کے نائب تھے اور سید صاحب سے بیعت ہو چکے تھے۔ امام عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اُن کی درخواست و فرمائش پر سید صاحب کے عرب و ترک مریدین کے استفادے کیلئے سید صاحب کے مجموعۂ ملفوظات و تعلیمات "صراطِ مستقیم" کا عربی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ ۱۲۳۶ھ میں حج سے واپسی ہوتی ہے۔ ۱۲۳۹ھ سے ۷ رجمادی الثانی ۱۲۴۱ھ تک دعوتِ جہاد کے سلسلے میں ملک بھر کے دورے ہوتے ہیں۔ جن میں امام صاحب جہاد کی تحریک و ترغیب کے ساتھ ساتھ شرک و بدعات کی تردید کے مضامین بھی ارشاد فرماتے ہیں آپ کا مقصد سرزمین ہندوستان کو انگریزوں اور دوسرے کفار و مشرکین کے قبضۂ اقتدار سے چھڑا کر اس میں خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کرنا تھا۔ اس مقصد کا حصول مرکزِ ہند دہلی و مضافات میں بیٹھ کر نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا آپ اپنے مرشد برحق حضرت سید صاحب کی زیر سرپرستی اپنے اعوان و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کے ارادے سے ۷ رجمادی الثانی ۱۲۴۱ھ کو رائے بریلی سے چل پڑتے ہیں تاکہ مسلم ملک افغانستان کی سرحد کے پاس مقیم ہو کر کفار ہند کے ساتھ آغاز جہاد کریں۔ چنانچہ سندھ، بلوچستان اور افغانستان کے مختلف علاقوں کا طول طویل سفر طے کر کے راستے میں علماء و صوفیاء اور

امراء و رؤسائے اہل اسلام کو دعوت جہاد دیتے ہوئے اوائل ۱۲۴۲ھ میں پشاور پہنچتے ہیں اور ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ کو اکوڑہ کے مقام پر بدھ سنگھ کے لشکر جرار کو شکست دے کر جہاد بالسیف کی اس عظیم تحریک کا آغاز فرماتے ہیں۔ جو کم و بیش ایک صدی تک پہلے پہلے سکھوں اور بعد میں انگریزوں کی دردسری کا باعث بنی رہتی ہے اور آخر کار ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء کو آزادی وطن پر منتج ہوتی ہے

اگرچہ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ العزیز الحمید کی زیر قیادت اپنے بہت سارے جان نثار اعوان و انصار کی ہمراہی میں سکھوں سے لڑتے ہوئے ۲۴ ذی قعد ۱۲۴۶ھ کو بمقام بالاکوٹ جام شہادت نوش فرما لیتے ہیں مگر کار جہاد حضرت سید صاحب کے دیگر خلفا کی قیادت میں جاری رہتا ہے۔

کفر و شرک اور بدعات کے خلاف جہاد آپ کی حیاتِ طیبہ کا مقصد وحید تھا اپنی حیاتِ مستعار کے ترپن سال میں سے پہلے تیرہ سالوں کے سوا بچپن اور تحصیل علم میں صرف ہوئے بقیہ کم و بیش چالیس سال شب و روز اپنے اسی مقصد وحید کے لیے کوشاں رہے تاآنکہ اسی راہ میں شہید ہو کر واصل بحق ہوئے۔

آپ کے ذاتی جہاد باللسان اور جہاد بالسیف کی صورت تو آپ کی حیاتِ ظاہری کے ساتھ مسدود ہو گئی مگر آپ نے اپنے قلم کے ساتھ جہاد کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ آج بھی جاری ہے اور ان شاء المولیٰ تعالیٰ

رہتی دنیا تک آپ کا جہاد بالقلم جاری رہے گا۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح بزبان فارسی، تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین بزبان عربی، صراط مستقیم بزبان فارسی، رد الاشراک بزبان عربی، تقویۃ الایمان بزبان اردو، یک روزہ بزبان فارسی، مثنوی سلک نور در مدح حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم النشور در نظم فارسی، عبقات بزبان عربی، رسالہ بے نمازاں بزبان اردو اور شرک و بدعات کی تردید میں اشعار کا ایک مجموعہ، شامل ہیں اور شہرت عام اور بقائے دوام رکھتی ہیں۔

حضرات ثلاثہ دہلی کے امام موصوف کے ساتھ تعلقات

آپ کے دور کے مشاہیر علم و فضل میں امام شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، امام شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور امام شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمہم اللہ العزیز القوی نمایاں ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے زمانے میں اہل شریعت کے امام اور اہل طریقت کے پیشوا ہیں۔ اور روم و شام تک اُن کے رعب علم و تقویٰ کی ڈھاک بیٹھی ہوئی ہے اور عرب و عجم میں اُن کی تدریس و تزکیہ کا غلغلہ مچا ہوا ہے۔ یہ تینوں حضرات آپ کے اعمام کرام اور سرپرست ہیں اور بڑے ناز و نعم کے ساتھ امام موصوف کی پرورش کرتے ہیں۔ جملہ علوم متداولہ میں آپ کو پڑھا کر یکتا کرتے ہیں شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

اپنے مدرسے میں دور دراز سے طلب علم میں آنیوالوں کو آپ کی نگرانی میں دیتے ہیں تاکہ آپ اُن کی طلب کو پورا فرمائیں اور امام عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جامع دہلی میں اہل دہلی کی اصلاح و فلاح کے لیے جو وعظ فرماتے تھے اب وہ مجلس وعظ آپ کے سپرد فرماتے ہیں تاکہ آپ ان کی جگہ کار اصلاح سرانجام دیں۔

میدان تدریس و تذکیر میں آپ کے جوہر کھلتے دیکھتے ہیں تو آپ کے یہ لائق صد اکرام اعمام عظام متفقہ مشورے سے ناز و نعم میں پلی بڑھی اپنے گھرانے کی باعزت و عصمت بیٹی ام کلثوم رحمۃ اللہ علیہا جو امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کی پیاری پوتی اور امام عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی لاڈلی نواسی تھی۔ آپ کے حبالۂ عقد میں دے دیتے ہیں۔

آپ رفع الیدین کے استحباب میں رسالہ تنویر العینین تالیف فرماتے ہیں تو اس پر سبھی اعمام کرام آپ کو تحسین و آفرین کے کلمات طیبات سے نوازتے ہیں۔ تقویۃ الایمان کو ۱۲۳۶ھ کے قریب، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کے انتقال کے بعد تالیف فرماتے ہیں مگر جہاں تک اُس کے مضامین کا تعلق ہے انہی مضامین کو اس سے بھی کہیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ آپ تقریباً گذشتہ تیس سال سے اپنے ان لائق صد احترام اعمام کرام کے زیر سرپرستی بیان فرماتے چلے آتے ہیں۔ اگر آپ کے خیالات معاذ اللہ کفریہ ہوتے جیسا کہ آج مکفرین شور مچا رہے ہیں تو یہ تذکرہ حضرات کیسے گوارا فرما

سکتے تھے۔ ان کا دہلی میں خاصا اثر و رسوخ تھا کفریہ خیالات کی پاداش میں امام موصوف کو مدرسے سے نکال سکتے تھے۔ جامع مسجد دہلی میں درس رکوا سکتے تھے، امام موصوف پر بالفرض بس نہ چلتا تھا تو کم از کم اپنی پوتی نواسی کو تو اُن سے علیحدگی پر آمادہ کر سکتے تھے اگر وہ اجازت نہ دیتے تو شہنشاہِ دہلی سے کہ اُن حضرات ثلاثہ کا معتقد تھا، مداخلت کروا کر علیحدگی کروا سکتے تھے۔ جب ہمارے یہ مکفر مولوی اتنے بارسوخ ہیں کہ عوام الناس کے مابین اختلاف عقائد کی بنا پر اُن کے خاندانوں میں تفریق کرا سکتے ہیں خاوندوں کو بیویوں کو طلاق اور بیویوں کو خاوندوں سے خلع پر آمادہ کر سکتے ہیں تو معاذاللہ اگر امام موصوف کافر و مرتد یا کم از کم بدعقیدہ بھی ہوتے تو کیا یہ حضرات ثلاثہ دہلی اتنا بھی نہ کر سکتے تھے کہ اپنی پوتی نواسی کو اُن سے علیحدگی پر آمادہ کر لیتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حضرات امام موصوف کے خلاف کچھ بھی تو نہیں کہتے کرتے۔ بلکہ اگر گاہے بگاہے کچھ کہتے کرتے ہیں تو فقط امام موصوف کی تائید و تصدیق میں ہی کہتے کرتے ہیں۔ چنانچہ امام موصوف مولانا یار محمد مانچوی مرحوم کے فتوے کی تردید میں فتویٰ دیتے ہیں تو امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ امام موصوف کے اُس فتوے کی پر زور تائید و التصدیق فرماتے ہیں اور انہیں حجۃ الاسلام کے لقب سے ملقب فرماتے ہیں نیز علوم نقلیہ و عقلیہ میں اپنا قائم مقام قرار دیتے ہوئے اُن کے رسوخ فی العلم اور ثقاہت و فقاہت کی شہادت دیتے ہیں۔

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی کے تعلقات

امام شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی ثم مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۶۲ھ امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز نواسے ہیں اور اُن کی حیات طیبہ ہی میں اُن کی مسند درس و تدریس و افتا پر اُن کے حسب حکم جلوہ آرا ہو جاتے ہیں اور علم کے پیاسوں کو اپنے علم کے صاف شفاف چشمے سے سیراب کرنے لگتے ہیں۔ امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی جہاد کو روانگی کے بعد دہلی میں جہادی معاملات کی نگرانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا سید نصیر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ امیر لشکر مجاہدین قرار پاتے ہیں۔ تو آپ اس تحریک کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ امام محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات میں مسائل اربعین بزبان فارسی، مأۃ مسائل بزبان فارسی اور اردو ترجمہ مشکوٰۃ شہرہ آفاق ہیں۔ ان کتابوں سے بھی امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ اگر معاذاللہ امام محمد اسحٰق کی نظر میں امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کفریہ ہوتے اور اُن کی عبارات کا وہی مفہوم ہوتا جن کا

آج مکفرین تاثر دے رہے ہیں تو امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مستند و معتمد جانشین امام شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ انکی ضرور بالضرور تکفیر کرتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تو الٹا امام موصوف کی تائید و تصدیق فرما رہے ہیں بلکہ پوری طرح دستِ تعاون بڑھا رہے ہیں۔

شاہ ابوسعید مجددی دہلوی کے تعلقات

شاہ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۴۹ھ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ شاہ غلام علی مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۴۰ھ کے خلیفۂ اعظم اور اپنے دور میں سلسلۂ عالیہ مجددیہ مظہریہ کے سرخیل ہیں۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خاندانِ ولی اللہیہ کے مایۂ ناز سپوتوں کا رجوع دیکھتے ہیں اور توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعات کی تردید میں اُن کی مساعی دیکھتے ہیں تو آپ کی بھی مجددی رگِ حمیت پھڑک اٹھتی ہے۔ اور باوجودیکہ خود بھی شیخ طریقت ہیں۔ حضرت سید صاحب کی بیعت کرتے ہیں اور ان کی زیر سرپرستی امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تبلیغی دورے پر نکل پڑتے ہیں۔ دورانِ سفر امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شرک و بدعات کی تردید میں روزانہ وعظ ہوتے ہیں۔ جنہیں سننے کا انہیں بکثرت موقع ملتا ہے لکھنؤ کے قیام کے دوران شاہ

ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد شاہ صفی القدر رحمۃ اللہ (کہ صرف پیرزادے نہ تھے خود بھی پیر بلکہ پیر کے باپ تھے) کا انتقال ہو جاتا ہے تو اُن کی تجہیز و تدفین جملہ امور حضرت سید صاحب اور امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے حسب مرضی عمل میں آتے ہیں۔[۱]

اب اگر شاہ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو شاہ احمد سعید مجددی دہلوی اور شاہ عبدالغنی محدث مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے والد گرامی ہیں) کے نزدیک امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ قائل کفریات ہوتے تو آپ ان کے پیر و مرشد کی کہ اُن کے عقائد اور امام موصوف کے عقائد ایک ہی جیسے تھے، کبھی بیعت نہ کرتے لیکن وہ دہلی میں برس ہا برس امام موصوف کے شرک و بدعات کی تردید میں وعظ جو پوری طرح ان کے عقائد و نظریات کے عکاس ہوتے تھے، سنتے ہیں، ان کے شیخ کی بیعت کرتے ہیں اُن کے ساتھ تبلیغ کیلئے اپنی مسند مشیخت کو چھوڑتے ہیں۔ والد کے انتقال پر ان کی تجہیز و تکفین وغیرہ جملہ امور کو شہیدین کی مرضی و صوابدید پر چھوڑتے ہوئے ان کی اتباع و اقتدا کرتے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم ولائتی کے تعلقات:—

اسی طرح شاہ عبد الرحیم شہید ولائتی

۱؎ ضمیمہ مقامات مظہری ص۱۸ از شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی ابن شاہ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہما

رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے مقتدا ہیں۔ سہارنپور میں حضرت سید صاحب سے ملاقی ہوتے ہیں کئی روز تک ان کے اور ان کے اعوان و انصار کہ امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ اُن میں سرفہرست کے نظریات و اعمال کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر سید صاحب کے ایسے عاشق زار ہوتے ہیں کہ نہ صرف خود ان کی بیعت کرتے ہیں بلکہ اپنے خلفا کو پیغام بھیج کر بلا کر انتباہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے میرا دوست وہی ہے جو حضرت سید صاحب سے بیعت و تعلق قائم کرے۔ اور جو ایسا نہیں کرتا اس سے میرا رابطہ و تعلق ختم۔ چنانچہ آپ کے اس اعلان کو سنتے ہی موقع پر موجود ان کے تمام خلفا و مجازین حضرت سید صاحب سے بیعت کرتے ہیں جن میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا میانجیو نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ حضرت جھنجھانوی کو تو سید صاحب مجاہدین اور سامان جہاد کی فراہمی کے سلسلے میں سہارنپور کے حلقے کا امیر بنا کر وطن ہی میں قیام کا حکم دیتے ہیں۔ مگر حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف العمری کے باوجود جہاد کے لیے انکی بے قراری کو دیکھتے ہوئے اپنے ساتھ لے لیتے ہیں تا آنکہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ رحیمیہ کا یہ سالار اعظم اپنے پیر و مرشد حضرت سید صاحب اور ان کے خلیفۂ اعظم امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ

میدانِ جہاد میں کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے دادِ شجاعت دیتا ہوا واصل بحق ہوتا ہے۔

اگر حضرت سید صاحب اور امام صاحب کے عقائد و نظریات کفریہ ہوتے تو سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کا اپنے دور میں یہ پیشوائے اعظم اُن پر کبھی یوں پروانہ وار جان نچھاور نہ کرتا۔

دیگر علمائے دہلی کے تعلقات

دیگر علمائے دہلی میں سے شاہ محمد موسیٰ اور شاہ محمد مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہما جو امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کے عم معظم شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہونے کی وجہ سے آپ کے چچیرے بھائی اور آپ کی زوجہ محترمہ کے چچا ہونے کی نسبت سے آپ کے چچا سسر ہوتے ہیں اور مولانا رشید الدین خان رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے اعمام کرام کے شاگرد ہوتے ہیں بے شک ان حضرات کی آپ کے ساتھ اور امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور شاگرد رشید امام عبدالحی صدیقی بدھانوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ سے امام عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے تقریباً سال بھر بعد ۱۲۴۰ھ میں بعض امور کی اباحت و کراہت کے متعلق گفتگو کی نوبت آتی ہے۔ مگر وہ تقویۃ الایمان اور امام موصوف کی دیگر تالیفات میں کفریہ معانی کے وجود کا الزام ہرگز نہیں

منطق و فلسفہ کی تازہ تحصیل کے زعم میں امام موصوف کی تالیف لطیف تقویۃ الایمان کی ایک عبارت

"اُس شہنشاہ (اللہ تعالیٰ) کی تو یہ شان (قدرت)
ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں
نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے برابر پیدا کر ڈالے"

(جو ہو بہو آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کی تفسیر ہے) کو غلط فہمی سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین پر محمول کرتے ہوئے امام موصوف کی تکفیر کر بیٹھتے ہیں مگر جب امام موصوف مولانا موصوف کے اعتراض کے جواب میں رسالہ ہدایت مقالۂ یک روزی[۱] تحریر فرماتے ہیں تو اس کے مطالعہ سے مولانا موصوف کا تمام مغالطہ دور ہو جاتا ہے۔ اور امام موصوف کی تکفیر و مخالفت سے باز آ جاتے ہیں۔ اور مدت العمر اپنے اس فعل تکفیر پر نادم و شرمندہ رہتے ہیں۔ امام موصوف کی شہادت کی خبر دہلی پہنچتی ہے تو جس وقت مولانا موصوف کے علم میں آتی ہے آپ طلبا کو درس دے رہے ہوتے ہیں۔ خبر سنتے ہی پڑھانا موقوف کر دیتے ہیں اور زار و قطار رونا شروع کر دیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں[۲]:

"اسمٰعیل کو ہم (صرف) مولوی نہ جانتے تھے وہ امتِ محمدیہ کا حکیم تھا
کوئی شے نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اس کے ذہن میں نہ ہو"۔

لہ الیاقوت الجوالیہ صہ ۱۱۰   کہ - امیر الروایات صہ ۱۹۱

لگاتے۔ حالانکہ اس مجلس میں فریق ثانی کے پاس تقویۃ الایمان موجود تھی۔ جبکہ مباحثہ میں ہر فریق کی کوشش ہوا کرتی ہے کہ فریق مقابل کی کوتاہیوں کو پکڑ کر اسے نیچا دکھائے پس اس کا موقع ہونے کے باوجود شاہ محمد موسیٰ، شاہ مخصوص اللہ اور مولانا رشید الدین خان رحمۃ اللہ علیہم کا امامین موصوفین سے تقویۃ الایمان اور امام موصوف کی دیگر تصنیفات و تالیفات کی عبارات کے متعلق نہ الجھنا اور انہیں کفریہ نہ بتانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرات امام موصوف کی عبارات کو کفریہ معانی کی حامل ہرگز نہ جانتے تھے۔ اگر وہ اُن کی عبارات کو کفریہ معانی کی حامل گمان کرتے تو شاہ محمد موسیٰ اور شاہ مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہما کم از کم اتنا تو ضرور کر سکتے تھے کہ امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی یعنی اپنی بھتیجی مخدومہ ام کلثوم رحمۃ اللہ علیہا کو امام موصوف سے قطع تعلق پر آمادہ کرتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔

مولانا فضل حق خیر آبادی کے تعلقات

علمائے دہلی میں سے امام موصوف کے خاندان ہی کے ایک شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ ہمارے مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی بڑے معتمد و مستند ہیں، آپ کچھ تو اپنی نوجوانی کے جوش میں اور کچھ

آخیر عمر میں جنگ آزادی میں حصّہ لینے کے الزام میں انگریز انہیں جزائر انڈیمان میں جلا وطن کر دیتا ہے تو وہاں سے اپنی اولاد کو بھی امام موصوف اور ان کے متبعین کی تکفیر و تضلیل سے باز رہنے کی وصیت کر بھیجتے ہیں[1]۔ ان کے فرزند سعادت مند مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں فلسفہ و منطق کے امام اور ریاست رامپور میں صدر العلماء ہیں۔ اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق اسس روش پر پوری طرح کاربند رہتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اس امر کی تائید مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ساتھ پیش آمدہ ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے[2]:۔

مولانا عبد الحق خیر آبادی کی مولانا احمد رضا خاں کو فرقہ بازی پر سرزنش

مولانا بریلوی نواب رامپور کے حسب حکم منطق و فلسفہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ مولانا خیر آبادی مولانا بریلوی سے ان کا موجودہ شغل پوچھتے ہیں۔ مولانا بریلوی "فتویٰ نویسی" اور "ردّ وہابیہ" بتاتے ہیں۔ وہابیہ سے انکا اشارہ امام محمد اسمٰعیل شہید

ے۱ ابرار روایات صہ۱۹
ے۲ حیات اعلیٰ حضرت صہ۳۲، ۳۶، ۱۳۸

رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کی طرف تھا۔ جنہیں انگریز نے اپنی جوڑ توڑ کی سیاست کے بل بوتے پر ہند میں اس وقت تک ناحق "وہابی" مشہور و باور کرا دیا تھا۔ مولانا خیر آبادی جو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہیں مولانا کے شغل "ردّ وہابیہ" پر سخت غضب ناک ہوتے ہیں اور ان کے اور اس شغل کے مرتکب دیگر علما کے اس فعل کو "خبط" یعنی پاگل پن قرار دیتے ہیں جس پر مولانا بریلوی چیں بجبیں ہو کر کسب فیض کئے بغیر ان کے ہاں سے واپس اٹھ آتے ہیں۔ امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین آج مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ تکفیر کا ذکر تو بڑی شد و مد سے کرتے ہیں مگر فتوای تکفیر سے ان کے رجوع کے ذکر کو گول کر جاتے ہیں۔ ایسا کرتے وقت یہ حضرات اتنا نہیں سوچتے کہ اگر مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام موصوف کی تکفیر و تضلیل سے رجوع نہ کیا ہوتا اور اپنی اولاد کو ان کی مخالفت سے باز رہنے کی وصیت نہ کی ہوتی تو ان کے فرزند کے اپنے والد ماجد کے بالاتفاق جانشین تھے مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے شغل "ردّ وہابیہ" پر پیچ پا کیوں ہوتے۔ نیز اسے خبط یعنی پاگل پن کیوں قرار دیتے۔ اگر شغل ان کی نظر میں کسی بھی درجے میں روا ہوتا تو مولانا اپنی خاندانی اور ماحول کی روایات کے پیش نظر کم از کم مولانا بریلوی کا دل رکھنے کے خیال سے ہی اس قدر سخت

روپے کا اظہار نہ فرماتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا خیرآبادی کے نزدیک مولانا بریلوی کا یہ شغل اتنا ناروا اور واحت مسلمہ کے لیے اس قدر نقصان دہ تھا کہ مولانا خیرآبادی نے مولانا بریلوی پر برملا اپنی خفگی کا اظہار فرما دیا حالانکہ وہ اپنی خاندانی اور معاشرتی روایات کے مطابق اپنے در پر آنے کا دل میلا کرنے والے ہرگز نہ تھے بلکہ اس کے لحاظ و پاس کے لیے اس کی معمولی کوتاہیوں پر اغماض برتنے والے تھے۔

بیرونِ دہلی کے علماء و صوفیا کے امام محمد اسمٰعیل سے تعلقات

دہلی کے باہر مفتی الٰہی بخش صدیقی کاندھلوی مولانا محمد اشرف لکھنوی، مولانا حسن علی صغیر محدث لکھنوی، مولانا عبدالرب ابن مولانا بحرالعلوم فرنگی محل لکھنوی، مولانا عبداللہ فرنگی محلی، مولانا رحیم اللہ فرنگی محلی، شاہ کریم عطا سلونی، شاہ محمد اجمل الہ آبادی۔ شاہ نعمت اللہ پھلواروی۔ شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی۔ پیر صبغۃ اللہ شاہ مشہور بہ پیر پگاڑو اول بانی تحریک حر۔ اور پیر شاہ غلام محی الدین سرھندی ثم جیب کوٹی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم سیکڑوں علما و صوفیا اس زمانے میں اپنے اپنے علاقے اور حلقے میں بڑی نمایاں حیثیات کے مالک ہیں اور ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا ہیں یہ سبھی حضرات امام موصوف اور ان کے پیر و مرشد کے ساتھ بڑی عزت و تکریم سے

پیش آتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک تو سید صاحب کے مرید ہو کر خود کو مکمل طور پر ان کے سپرد کر دیتے ہیں اور کئی ایک برادرانہ دوستانہ برتاؤ کرتے ہوئے تحریک جہاد کے سلسلے میں ہر ممکن تعاون کی پیشکش کرتے ہیں۔ اگر یہ حضرات امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات و تصنیفات میں کفریہ عقاید و نظریات کے وجود کے قائل ہوتے تو ان کے ساتھ برادرانہ بلکہ عقیدت مندانہ برتاؤ کیوں کرتے؟

ان متذکرہ حضرات علما و صوفیا کے بعد کے علما و صوفیا بھی امام موصوف اور ان کے مرشد حضرت سید صاحب کے عقیدت مند اور مودب رہے۔ اور انہیں اہل اسلام کے عظیم و جلیل مقتدا و پیشوا تسلیم و یقین کرتے رہے۔ اس وقت تک ہند و پاک کے طول و عرض میں خاندان ولی اللٰہی کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ اور عوام و خواص ان کے معتقد و ارادت مند تھے۔

ولی اللٰہی علما و صوفیا اور جنگ آزادی کی قیادت

تا آنکہ تیرھویں صدی ہجری کی آخری چوتھائی میں جنگ آزادی کا معرکہ رونما ہوتا ہے۔ اس جہاد میں خاندان ولی اللٰہی کے صحبت یافتہ علما و صوفیا نہ صرف مختلف محاذوں پر انگریزی فوجوں کے مقابل لڑتے ہیں بلکہ بعض جگہ جہادی لشکروں کی قیادت بھی فرماتے ہیں مگر مسلمان لشکروں کی بے سروسامانی، عدم تنظیم اور اقوام ہند

میں آپس میں انتشار و افتراق ڈال کر اپنا کام نکالنے کی انگریزی پالیسی اس جنگ کا پانسہ انگریز کے حق میں بدل دیتی ہے۔

جہادی علما و صوفیا سے انگریز کا انتقام

اختتام جنگ پر انگریز جہاد کے اسباب و واقعات کا بنظر غائر جائزہ لیتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کے خلاف جہاد کا زیادہ تر زور دہلی، صوبہ جات متحدہ اور بنگال میں رہا ہے۔ جہاں خاندانِ ولی اللہی اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ علما و صوفیا کی کثرت ہے۔ جو ان علاقوں میں اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انگریزوں کے خلاف جہادی روح پھونکتے رہے ہیں۔ اس پر وہ آتشِ انتقام سے بھڑک اٹھتا ہے اور ان علما و صوفیا کی پکڑ دھکڑ شروع کر دیتا ہے۔ جو ہاتھ لگتا ہے اسے پھانسی پر چڑھا دیتا ہے یا عمر قید کی سزا دیکر کالے پانی کی طرف جلا وطن کر دیتا ہے یا سڑنے مرنے کے لیے ملکی جیلوں میں بند کر دیتا ہے۔ صرف تھوڑے سے حضرات کرام بچ بچا کر ہجرت کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا پھر کہیں ادھر اُدھر چھپ چھپا کر بھلے دنوں کا انتظار کرتے ہیں

جہاد کا مستقل سدباب کرنے کیلئے انگریزی منصوبہ

مذکورہ کارروائی کے ذریعے انگریز اپنے خلاف جہاد کے خطرے کو

وقتی طور پر تو ٹالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لیکن وہ اس کا مستقل سدباب کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک عام مسلمانوں میں سے اس کے خلاف جذبہ جہاد ختم نہ ہو گا۔ عام مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے ان پر سے جہادی علما و صوفیا کا اثر و رسوخ اور جہادی علما و صوفیا پر سے اُن کا اعتماد زائل کرنا ضروری تھا تاکہ نہ وہ جہادی علما و صوفیا کے قریب پھٹکیں اور نہ جہادی علما و صوفیا انہیں جہاد کے لئے ابھار اور آمادہ کر سکیں۔

جہادی علما و صوفیا پر سے عام مسلمانوں کا اعتماد انگریز بذاتِ خود تو اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اس کام کو لوہے کو لوہا کاٹے کے مصداق طبقہ علما و صوفیا ہی کے افراد کے ذریعہ سرانجام دیا جا سکتا تھا۔ جہادی علما و صوفیا عبارت تھے ولی اللہی خاندان اور اس کے فیض یافتگان سے۔ لہٰذا اس عالی خاندان کے فیض یافتہ اور عقیدت مند حضرات میں سے تو کسی کو بھی اس کام کی انجام دہی کے لیے گانٹھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے لیے ضرورت ایسے حضرات کی تھی جنہیں استادی و شاگردی اور پیری و مریدی ہر دو لحاظ سے اس عالی خاندان سے کوئی رابطہ و واسطہ نہ ہوتا۔ نیز جن کا اپنا بھی ایک حلقہ اثر ہوتا۔

جہادی علماء و صوفیا کے خلاف منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی کا انتخاب

ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریز جہادی دباؤ کے اس خطے کا جب بغور جائزہ لیتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی عفا اللہ عنہ ورحمہ کی شخصیت ایسی ہے کہ اپنا بھی اپنا ایک حلقہ اثر بھی رکھتے ہیں۔ صاحب درس و تدریس بھی ہیں یعنی شاگرد علما کی ایک کھیپ بھی رکھتے ہیں پیری مریدی بھی کرتے ہیں نیز خاندان ولی اللہی سے استادی شاگردی یا پیری مریدی وغیرہ کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے جس کی بنا پر ان سے کوئی اُنس ہو۔ بلکہ جب سے خاندان ولی اللہی کے فیض یافتہ اور خلیفہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقے میں بہ سلسلہ تبلیغ و اصلاح دورے کئے ہیں جن کے نتیجے میں ہزاروں مسلمانوں نے ان کی طرف پروانہ وار رجوع کیا ہے اور اس سے لامحالہ مولانا بدایونی کا آبائی حلقہ اثر بھی متاثر ہوا ہے تب سے موصوف کو اس خاندان سے ایک گونہ چشمک سی پیدا ہو گئی ہے۔ پس وہ فوراً مولانا بدایونی کے ذریعے ولی اللہی خاندان اور اُس کے

فیض یافتگان سے عام مسلمانوں کو بدظن کرنے کا منصوبہ بناتا ہے۔

اس منصوبے کے تحت اس کے جاسوس مولانا بدایونی کے ذہن میں خاندانِ ولی اللہی کے افراد کی تحریرات کی تشریح و توضیح ایسے بھونڈے انداز سے بٹھا دیتے ہیں جن سے وہ تحریرات کفریہ معانی و مفاہیم کی حامل معلوم ہوں۔ مولانا بدایونی چونکہ عرصہ دراز سے انگریزی سرکار میں ملازم ہیں لہذا اپنے پاس انگریزی جاسوسوں کی اس آمد و رفت کو محسوس بھی نہیں کرتے اور نہ ہی پاس اٹھنے بیٹھنے والے لوگ اسے شبے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یوں نادانستگی میں بڑی سادگی سے مولانا امت میں افتراق و انتشار کی اس انگریزی پالیسی کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔

خاندانِ ولی اللہی کے خلاف مولانا بدایونی کی تکفیری مہم

مولانا بدایونی خاندانِ ولی اللہی کی تصنیفات و تالیفات پر تنقید سے اپنی اس مہم کا آغاز کرتے ہیں۔ مشق تنقید کے لیے ولی اللہی تحریک کے امام اول امام ولی اللہ محدث فاروقی دہلوی اور اس خاندان کے زیر سرپرستی چلنے والی تحریک جہاد کے مجاہد اعظم امام محمد اسمٰعیل شہید اور تحریک جہاد کے شعبہ بہم رسانی کے ناظم اعظم اور حادثہ فاجعہ بالاکوٹ کے بعد تحریک ہذا کے سرپرست امام محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہم اللہ العزیز القوی کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اسطرح تنقید کرتے ہیں کہ ان حضرات کی تحریرات کو خدا اور رسول کی

قوانین پر مبنی بتاتے ہیں اور جن علما و صوفیا کو ان حضرات سے مسائل فروع میں ذرا سا بھی اختلاف تھا اسے موصوف اپنے انداز نگارش سے ایمان و کفر کا اختلاف ظاہر و باور کرا دیتے ہیں۔

مولانا بدایونی موصوف اور ان کے شاگرد اِدھر لیے تنقیدی و تکفیری رسالے اور کتابیں لکھتے ہیں اُدھر سرکاری خرچ پر چھپ کر سرکاری ذرائع سے ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیئے جاتے ہیں۔

مولانا بدایونی کی تکفیری مہم کیخلاف ولی اللہی علما و صوفیا کا ردِ عمل

خاندانِ ولی اللہی کے وہ فیض یافتہ جو عام معافی کے اعلان کی وجہ سے انگریزی تیغ انتقام کی زد میں آنے سے بچ رہے تھے۔ مولانا بدایونی کے مغالطوں اور اعتراضوں کی تردید میں فوراً رسالے اور کتابیں لکھتے اور چھاپتے ہیں۔ ایسے میں حالات یہ ہیں کہ جہادِ آزادی میں مات کھا جانے کی وجہ سے مسلمانانِ ہند کا شیرازہ بکھر چکا ہے خاندان ولی اللہی کے فیض یافتہ علما و صوفیا بکثرت شہید ہو چکے ہیں۔ بستیاں کہ اس عالیشان خاندان کے عقیدت مندوں پر مشتمل تھیں اجڑ چکی ہیں، اس خاندان کی عظمت کو جاننے والے لوگ مفلوک الحال اور پریشان مارے مارے پھر رہے ہیں جس کی وجہ سے انکا ایک دوسرے سے رابطہ مسدود ہے۔

مولانا بدایونی کی مہم اور اُس کے خلاف ولی اللہی

علما و صوفیا کے ردِ عمل کا عوام پر اثر

ان حالات میں خاندانِ ولی اللہی پر خدا اور رسول کی توہین کا جذباتی الزام لگا کر سرکاری سطح پر مسلمانانِ ہند میں چلائی ہوئی مولانا بدایونی کی اس تکفیری مہم کا اس خاندان کے فیض یافتگان کی یہ محدود قلمی کوشش کہاں تک ازالہ و سدباب کر سکتی تھی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جہاں جہاں خاندان ولی اللہی کے ان فیض یافتہ علما و صوفیا کی آواز پہنچتی ہے وہاں وہاں تو لوگ خاندان ولی اللہی کی تکفیر و تفسیق سے باز رہتے ہیں اور جہاں جہاں اُن کی آواز پہنچ نہیں پاتی یا پہنچی تو ہے مگر تکفیر کی پر شور آواز میں دب کر رہ جاتی ہے وہاں وہاں لوگ اس عالیشان خاندان سے البتہ بدگمان ہو جاتے ہیں۔

اجلہ علما و صوفیا کا رویہ

لیکن اس عوامی سیلے سے قطع نظر جہاں تک اہل علم و فضل اور دوسرے سنجیدہ طبقے کا تعلق ہے مولانا بدایونی کے مخصوص شاگردوں اور اہل تعلق نیز انہیں عالم دین جانتے ہوئے سادہ لوحی سے اُن کی ہاں میں ہاں ملانے والے چند ایک حضرات کے سوا اس وقت

کے اجلہ علما وصوفیا مثلاً خاندان فرنگی محل لکھنؤ کے اساطین علم وفضل مترجم اردو میں مشکوٰۃ شریف کے شارح اول مولانا نواب قطب الدین خان محدث دہلوی اور خانقاہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے امام زماں مولانا ارشاد حسین محدث رامپوری رحمہم اللہ العزیز القوی وغیرہم ان کی اس تکفیری مہم سے قطعاً متاثر نہیں ہوتے بلکہ بزرگان سابقین کی ہی طرح خاندانِ ولی اللّٰہی کے جملہ افراد کے معتقد ومودب رہتے ہیں۔ حالانکہ ولی اللّٰہی حضرات کی تکفیر کے مولانا بدایونی کے بیان کردہ وجوہ واسباب ان حضرات کے علم ومطالعہ میں آتے ہیں۔ پس اس کے باوجود ان حضرات کا امام محمد اسمٰعیل شہید اور ان کے پیرومرشد حضرت سید احمد شہید اور دیگر ولی اللّٰہی حضرات علیہم الرحمت والبرکات کو کافر نہ سمجھنا بلکہ بزرگ ومحترم ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے علم وتحقیق میں مولانا بدایونی کے بینہ کفریہ مضامین کے خاندانِ ولی اللّٰہی کے یہ حضرات ہرگز قائل ومعتقد نہ تھے۔

تکفیری مہم کی مولانا بدایونی کے بعد کی قیادت

مولانا فضلِ رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۹ھ میں راہ گرائے ملک عدم ہوتے ہیں۔ ان کے بعد اس تکفیری مہم کی قیادت ان کے شاگردوں اور تعلق داروں مثلاً مولانا اشرف علی گلشن آبادی مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہم سے ہوتی ہوئی ہمارے

له استمداد الحق صفحہ ۹۹، ۵۶، ۱۰۶، ۱۳۸

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ آتی ہے۔

انگریز نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو ولی اللّٰہی علما وصوفیا سے کیسے متنفر کیا

مولانا احمد رضا خان بریلوی عفا اللہ عنہ کو خاندانِ ولی اللّٰہی اور اس کے فیض یافتہ علما وصوفیا سے کچھ تنفر وبغض تو ورثے میں ملتا ہے علاوہ ازیں مکار انگریز اس تنفر کو بڑھانے کیلئے اپنے جاسوسوں کے ذریعے بھی مولانا کی برین واشنگ کرتا ہے۔ مولانا موصوف کی برین واشنگ کیلئے ایک کامیاب انگریزی کوشش کا مولانا کی اپنی زبانی بھی پتہ چلتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ مولانا ایک روز حسبِ معمول اپنے مکان کے باہر بیٹھے ہوتے ہیں کہ ایک آدمی عربی لباس میں ملبوس عرب کے روپ میں ان کے پاس آتا ہے۔ اور خود کو "وہابی" ظاہر کرتا ہے وہ دورانِ گفتگو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی بالکل عامیانہ انداز سے لیتا ہے ایسے کہ ساتھ نہ کوئی کلمہ تعظیم استعمال کرتا ہے اور نہ ہی درود شریف پڑھتا ہے۔ مولانا اسے بار بار کلمہ تعظیم اور درود شریف پڑھنے کے لیے کہتے ہیں۔ مولانا کے بار بار ٹوکنے پر وہ درود شریف پڑھتا ہے تو یہ کہہ کر کہ اقول لقولک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی میں پڑھتا تو نہیں چاہتا تھا۔ مگر تیرے مجبور کرنے پر درود

پڑھتا ہوں[1]۔ استغفر اللہ۔

اس "سوالی عرب" کا انگریزی جاسوس ہونا یوں ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ اگر "وہابی" ہوتا تو اسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے پر کیونکر انکار ہو سکتا تھا۔ نیز اگر وہ "سوالی" ہوتا تو کبھی مولانا سے مسائل میں نہ الجھتا اور مولانا کے ایک بار ٹوکنے پر ہی درود شریف پڑھنے سے نہ چوکتا کیونکہ سوالی جس کے آگے دستِ سوال دراز کرتا ہے اپنا مطلب نکالنے کے لیے اس کے مزاج کو برہم کرنے سے بچتا ہے۔ مگر وہ فی الحقیقت سوالی نہ تھا۔ بلکہ مولانا بریلوی کو "وہابیوں" کے بارے میں متنفر کرنے کے لیے آیا تھا۔ لہٰذا وہ بار بار سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی عامیانہ انداز سے لیتا ہے اور مولانا کے منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتا سختی سے ڈانٹنے پر درود پڑھتا ہے تو اس سوقیانہ انداز سے کہ مولانا "وہابیوں" کو گستاخ رسول سمجھنے میں علم الیقین سے گذر کر حق الیقین کے درجے تک جا پہنچے ہیں۔

انگریزی سازش سے براہِ راست متاثر ہونے کے بعد مولانا بریلوی کا رویہ

اس تازہ تنفر کے زیر اثر مولانا بریلوی دائرہ تکفیر کو خاندانِ

[1] الملفوظ حصہ اول صفحہ ۹۲

ولی اللّٰہی کے افراد سے بڑھا کر اس کے فیض یافتگان بلکہ متعقدین تک پھیلا دیتے ہیں اور بات بات پر ان کے متعلق من شک فی کفرہم وعذابہم فقد کفر یعنی ان کے کافر اور معذب ہونے میں شک کرنے والا بھی کافر، کا فتویٰ دینے سنانے لگتے ہیں۔

متذکرہ سازش سے متاثر ہونے سے قبل مولانا بریلوی کا رویہ

حالانکہ یہی مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب تک خود بنفسِ نفیس اس انگریزی سازش کا شکار نہ ہوئے تھے بلکہ مولانا بدایونی اور اپنے والد کی محض تقلید میں اس تکفیری مہم میں جُتے ہوئے تھے۔ تب تک باوجودیکہ اپنے بزرگوں کی تقلید میں امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکاروں کے خلاف بیسیوں کتب و رسائل لکھ چکے تھے مگر ان کی تکفیر کی جرات نہ کر سکے تھے نہ صرف خود ان کی تکفیر سے انکاری تھے بلکہ دیگر علما کو بھی اس سے منع فرماتے رہے تھے مگر یونہی اس انگریزی سازش کا شکار ہوئے انہیں برملا کافر کہنے لگے۔ اس لیے کہ اب اس "برین واشنگ" کے بعد مولانا موصوف کا رول "تقلیدی" نہ رہا تھا "تحقیقی" ہو گیا تھا۔ پہلے امام الطائفہ امام محمد اسمٰعیل شہید تک کی تکفیر سے انکار تھا اب ان کے متعقدوں کی بھی تکفیر پر اصرار ہونے لگا ہے۔ پہلے جن کی تکفیر کا لوگ اُن کے در پہ فتویٰ لینے آتے تھے اور یہ تکفیر سے

صاف انکار کر دیتے تھے اب خود ان کی تکفیر کے فتوے لیتے پھرتے ہیں حتیٰ کہ اس کے لیے حرمین طیبین تک کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ پہلے جن کی تکفیر پر ڈانٹ تھی اب انہیں کافر کہنے پر ڈانٹ ہے۔ جہاں تک کہ اب اُن کا محبوب وہی ہے جو امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدوں کی تکفیر کرتا ہے بلکہ جتنا کوئی تکفیر میں جری ہوگا اتنا ہی وہ مولانا بریلوی کا ولی ہوگا۔ ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی کیساتھ معاصر علما و صوفیا کا معاملہ

مختصر سوانح عمری:۔ مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی فیض یافتگانِ خاندان ولی اللہی، معتقدانِ امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مریدانِ سلسلہ امام سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہیں جنہیں مولانا احمد رضا خان بریلوی عفا اللہ عنہ نے تکفیر کا نشانہ بنایا۔ آپ ۱۲۴۸ھ میں اس جہان آب و گل میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ مولانا مملوک العلی صدیقی نانوتوی، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا شاہ عبدالغنی محدث بن شاہ ابو سعید مجددی دہلوی

رحمہم اللہ العزیز القوی سے اکتساب علم شریعت کرتے ہیں، حضرت شیخ العرفا والکملا حاجی محمد امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض روحانی حاصل کرتے ہیں، حاجی صاحب موصوف آپ کو اپنے جملہ سلاسل طریقت میں خلافت و اجازت سے نوازتے ہیں اور گاہے بگاہے حسب موقع آپ کو اپنا ترجمان و زبان قرار دیتے ہیں۔ نیز اپنے مجموعہ تعلیمات مشہور بہ "ضیاء القلوب" میں اپنے تمام مریدوں اور متعلقین سلسلہ کو مولانا موصوف اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما کا اپنی ہی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ادب و احترام ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور اس حکم کو القائے رحمانی قرار دیتے ہیں۔

مولانا نانوتوی ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں شاملی کے محاذ پر انگریزی سپاہ کے خلاف جہاد میں حصہ لیتے ہیں۔ گو اس محاذ پر ان مجاہدین اسلام کو فتح حاصل ہوتی ہے مگر چونکہ بحیثیت مجموعی جنگ آزادی ناکامی پر منتج ہوتی ہے۔ لہذا اختتام جنگ پر مجاہدین کو پکڑ دھکڑ شروع ہوتی ہے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوتے ہیں۔ مولانا موصوف بعض دیگر مجاہدین کے ساتھ چھپ چھپا کر حرمین طیبین پہنچ جاتے ہیں، وہاں سے عام معافی کے اعلان کے بعد

۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو واپس ہندوستان میں آتے ہیں۔

جنگ آزادی میں ناکامی کے سبب دینی مدارس کے اجڑ جانے سے دینی تعلیم انحطاط پذیر ہوتی ہے تو اسے ختم ہونے سے بچانے کے لیے دینی مدارس کے احیاء و اجراء کا علم بلند فرماتے ہوئے احیائے علم و دین کے اس کارِ خیر کی ابتدا ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے اجراء سے کرتے ہیں۔ عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں سے مختلف مقامات پر مناظرے فرما کر حقانیتِ اسلام ثابت فرماتے ہیں۔ ان لسانی کوششوں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی بحسن و خوبی دین و علم کی خدمت سر انجام دیتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں تقریر دل پذیر، آبِ حیات، تحفۂ لحمیہ اور تحذیر الناس مشہور بین العوام و الخواص ہیں۔ جہاں تک کہ یہ مناظرِ اسلام دین و علم کی یہ نہی خدمات سر انجام دیتا ہوا ۱۲۹۷ھ میں واصل باللہ ہوا۔

مولانا نانوتوی پر مکفّر بریلوی علما کا الزام

مکفّر بریلوی علما یہ دعویٰ کرکے کہ آپ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہے، آپ کی تکفیر کرتے ہیں۔

اجلّہ علما و صوفیا کا مولانا نانوتوی کیساتھ رویہ

لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں آپ یہ کتاب تحریر فرماتے ہیں۔ اور سنہ ۱۲۹۱ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے چھپ کر اہل علم و فضل کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔ اُس وقت سے آپ کی وفات تک سینکڑوں مستند و معتمد علما و صوفیا کے مطالعے میں یہ کتاب آتی ہے اُن میں سے کوئی بھی اسکی کسی عبارت سے ختم نبوت زمانی کا انکار مراد نہیں لیتا۔ بلکہ اجلّہ علما آپ کی اُس کتاب کی تائید و تصدیق فرماتے ہیں مثلاً فخر علمائے فرنگی محل لکھنؤ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ ابا عن جد صاحب درس و تدریس اور صاحب فتویٰ ہیں۔ نیز مختلف علوم و فنون پر اُن کی تصنیفات و تالیفات عرب و عجم کے علماء کا سرمایہ افتخار و اعتماد ہیں۔ آپ نے صرف یہ کہ مولانا نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی تصدیق فرماتے ہیں بلکہ اس کے موضوع کی تائید میں کتابیں بھی رقم فرماتے ہیں۔ اور اکابر صوفیا آپ کی حسب سابق تعظیم و تکریم کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً آپکے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کہ اپنے زمانے کے شیخ العرفا والکملا ہیں اور تحذیر الناس کی اشاعت کے کم و بیش پچیس برس بعد تک اس دنیا میں جلوہ افروز رہتے ہیں، وہ موصوف کی اس کتاب کے خلاف ایک حرف بھی تو نہیں لکھتے کہتے۔ بلکہ اپنی تعلیمات پر مشتمل مشہور و معروف کتاب "ضیاء القلوب"

(جو اس دوران ان کے خلیفہ مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ
جو ہمارے بریلوی اکابر کے نزدیک بھی معتمد و مستند ہیں، کے زیر اہتمام
بارہا چھپتی ہے) میں مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے متعلق وہ
مدحیہ جملات جو بقول خود انہوں نے بامر الٰہی لکھے تھے۔ حسب سابق
ہی برقرار رکھتے ہیں۔ نیز مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد اپنی تحریروں
میں اُن کا نام لکھتے وقت ان کے لیے دعائیہ جملات استعمال فرماتے ہیں[1]
اسی طرح حاجی صاحب موصوف کے ایک مرید مولانا عبد السمیع رامپوری
رحمۃ اللہ علیہ مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد ۱۳۰۶ھ میں اپنی کتاب
انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ کا دوسرا ایڈیشن (جس پر
مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی مرقوم ہے)
لکھتے ہیں تو اس میں مولانا نانوتوی کے نام کے ساتھ کلمہ تعظیم و دعا
بھی لکھتے ہیں[2]۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت حاجی صاحب
اور ان کے مرید مولانا رامپوری کے نزدیک مولانا موصوف تاحیات
صحیح العقیدہ رہے اور بعد وفات رحمت خداوندی کے مستحق قرار پائے
اور ان کی کتاب تحذیر الناس کے کسی مضمون و عبارت سے بھی ختم
نبوت زمانی کا انکار ظاہر نہیں ہوتا۔

مولانا بریلوی بھی تحذیر الناس کی خود احمد رضا خان بریلوی
اشاعت کے تقریباً تیس سال بعد تک رحمۃ اللہ علیہ بھی
مولانا نانوتوی کی تکفیر نہیں فرماتے ۱۳۲۰ھ تک

---

[1] رسالہ در بیان حدیث الجزو صفحہ [illegible] [2] انوار ساطعہ صفحہ [illegible]

مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا الزام
عائد نہیں فرماتے بلکہ امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ضمن میں
مولانا نانوتوی کی تکفیر سے بھی منع ہی فرماتے ہیں۔ جس کا انہوں نے
اپنی کتاب تمہید ایمان بآیات قرآن میں اپنی سابقہ تحریرات کے
حوالہ جات دیگر خود اقرار فرمایا ہے۔ تاآں کہ ۱۳۲۰ھ میں المعتمد المستند
میں مولانا نانوتوی کی کتاب، کی تالیف کے تیس، اشاعت کے
انتیس اور ان کی وفات کے تئیس سال بعد ان کی تکفیر کر ڈالی۔
حالانکہ اب ان کی تکفیر کیلئے کوئی نئی وجہ نہیں بنی تھی۔ اور اُنکی
وفات کے بعد بن بھی کیسے سکتی تھی۔ جس کتاب کو وجہ تکفیر ٹھہرایا
گیا وہ تیس انتیس سال پہلے لکھی چھپی تھی تب تکفیر کیوں نہ فرمائی
اور الٹا تکفیر سے انکار کیوں کیا بلکہ دوسروں کو تکفیر سے منع کیوں
کیا۔ جہاں یہ عذر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اُس وقت تک اُس کفر
کی اطلاع نہ ہوگی۔ اس لیے کہ تحذیر الناس مولانا محمد احسن
صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید میں لکھی گئی تھی
اور ایسے موضوع پر تھی جو مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی اور مولانا
نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کے مابین متنازعہ فیہ تھا یہ کتاب
خود اُن کے اپنے شہر بریلی ہی میں چھپی۔ لہٰذا اپنے والد کے خلاف
لکھی اپنے ہی شہر میں چھپی منظر عام پر آئی کتاب ان کی نظر سے اتنا
عرصہ کو تقریباً تہائی صدی کو محیط ہے۔ پوشیدہ کیونکر رہ سکتی تھی

لہٰذا انہوں نے یقیناً اسی دور میں اس کا مطالعہ کیا اور فریق مقابل کی کتاب جانتے ہوئے بنظر غائر کیا۔ پس اس بنظر غائر نا قدانہ مطالعۂ جائزہ کے باوجود انکا صاحب تحذیر الناس کی تکفیر نہ کرنا بلکہ تکفیر سے منع کرنا جیسا کہ ان کی کتاب تمہید ایمان بآیات قرآن سے ظاہر، اس بات کی دلیل ہے کہ تب تک مولانا بریلوی کو تحذیر الناس میں کفریہ مضامین نظر نہیں آتے تھے۔ اور نظر آتے بھی کیسے جب تھے ہی نہیں۔ اور اب تیس انتیس سال کے بعد ۱۳۲۰ھ میں جو یکایک نظر آنے لگے ہیں تو اسکا سبب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ پہلے چونکہ مولانا بریلوی کو ایمان و کفر کا فرق معلوم نہ تھا لہٰذا ان کفریہ مضامین کو سمجھ نہ سکے اور اب معلوم ہو گیا ہے اس لیے تکفیر فرماتے ہیں۔ پس اسکا سبب لامحالہ وہی ہو سکتا ہے جس کی طرف میں امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کے ضمن میں صراحت کر آیا ہوں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کیساتھ انکے اجلہ معاصرین کا برتاؤ

امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی اور آپ کے تلمیذ عزیز مولانا خلیل احمد محدث انبیٹھوی سہارنپوری مہاجر مدنی محدث رحمۃ اللہ علیہما دو حضرات میزبان سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں اور اپنے زمانے کے

شیخ العرفا والکملا مولانا حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ ہیں۔

ہر دو حضرات کی مدح و توصیف میں حاجی صاحب موصوف سے بکثرت کلمات منقول ہیں۔ خصوصاً مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو حاجی صاحب موصوف کے "خلیفۂ اعظم" ہیں، کے متعلق تو یہ مدحیہ کلمات حد تواتر کو پہنچتے ہیں۔ جن میں سے "ضیاء القلوب" میں مرقوم کلمات تو بقول حاجی صاحب ممدوح انہوں نے بامر الٰہی لکھے ہیں۔

مولانا بریلوی کا مولانا گنگوہی اور مولانا انبیٹھوی کی تکفیر میں فتویٰ ★

ان حضرات کے متعلق بھی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۰ھ میں "المعتمد المستند" میں انکشاف فرماتے ہیں کہ وہ قائل کفریات ہیں اور ثبوت میں مولانا گنگوہی کی مصدقہ اور ان کے تلمیذ عزیز مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی مولفہ کتاب "براہین قاطعہ" کی بعض عبارات پیش کرتے ہیں

اجلہ معاصرین کا مولانا گنگوہی اور مولانا انبیٹھوی سے براہین قاطعہ کی اشاعت کے بعد برتاؤ

یہ کتاب مولانا انبیٹھوی سہارنپوری مہاجر مدنی نے لکھ کر ۱۳۰۴ھ میں شائع

کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب ممدوح کے علم و مطالعہ میں یہ کتاب لائی جاتی ہے۔ مگر حاجی صاحب ان مبینہ عبارات سے کفریہ مفاہیم و معانی ہرگز مراد نہیں لیتے بلکہ الٹا مولانا گنگوہی کے مخالفین کو سرزنش کرتے ہیں [1]

اسی طرح اس دور کے دیگر اجلہ علما و صوفیا بھی مولانا گنگوہی اور اُن کے تلمیذ عزیز مولانا انبیٹھوی سہارنپوری مہاجر مدنی کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ مدح و ستائش کرتے ہیں۔ مثلاً مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کہ اپنے دور میں پنجاب میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے امام ہیں اور چشتیہ نظامیہ میں خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور چشتیہ صابریہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز ہیں وہ مولانا گنگوہی کی حیات طیبہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے اُن کے اسم گرامی کے ساتھ عم فیضہٗ ایسے کلمات لکھتے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا فیض عام کرے اور بعد وفات اُن کے نام نامی کے ساتھ مرحوم و مغفور ایسے دعائیہ کلمات لکھتے ہیں [2]

یہ سب کچھ وہ "براہین قاطعہ" کی اشاعت کے بعد بلکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے انکی تکفیر کے فتوؤں کی تشہیر ہو چکنے کے بعد کرتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ

[1] رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۲ [2] رسالہ دربیان وحدۃ الوجود صفحہ ۲

سیدنا حاجی محمد امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اُن کے خلیفہ مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مولانا گنگوہی اور مولانا انبیٹھوی مہاجر مدنی کی عبارات ہرگز اُن کفریات کی حامل نہیں جو کفریات مولانا بریلوی نے اُن کی طرف منسوب کئے ہیں۔

مولانا گنگوہی اور مولانا انبیٹھوی کی عدم تکفیر میں مولانا بریلوی کا فتویٰ

خود مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی سنہ ۱۳۲۰ھ سے قبل یہ حضرات مستحق تکفیر نہ تھے۔ اور ان کی تحریرات سے مبینہ کفریہ مفاہیم و معانی نہیں نکلتے تھے۔ اگر ان کے نزدیک اُن حضرات کی عبارات قبل ازیں مبینہ کفریہ مفاہیم و معانی کی حامل و محتمل ہوتیں تو موصوف اپنی کتب "سبحان السبوح" "الکوکبۃ الشہابیہ" "سل السیوف الہندیہ" اور "ازالۃ العار" وغیرھا میں ان حضرات کی تکفیر سے انکار بلکہ منع کیوں کرتے۔ جہاں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا بریلوی کو تب ان عبارات کی اطلاع نہ تھی اس لیے کہ مولانا بریلوی "انوار ساطعہ" کے پہلے ایڈیشن جسکا براہین قاطعہ رد ہے اور اس کے دوسرے ایڈیشن جس میں براہین قاطعہ پر تبصرہ ہے، کی وساطت سے براہین قاطعہ سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔

مولانا محمد اشرف علی فاروقی تھانوی اور ان کے اجلہ معاصرین

مولانا محمد اشرف علی فاروقی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کے متعلق بھی مکفر بریلوی علما نے من شک فی کفرہ و عذابہ کفر یعنی جس نے ان کے کافر و معذب ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا، کی رٹ لگا رکھی ہے۔ باوجودیکہ ان کے پیر و مرشد شیخ العرفا و الکملا و مرشد العلما و الفضلا مولانا حاجی محمد امداد اللہ فاروقی تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے بریلوی علما کے نزدیک معتمد و مستند ہیں بلکہ ہمارے علما کے کئی معتمدین و مستندین مثلاً مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا عبدالسمیع رامپوری مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہم کے پیر و مرشد ہیں۔ اور شیخ العرفا و الکملا ہونے کی وجہ سے ان کا کہنا گفتۂ او گفتۂ اللہ بود اور قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید اور ان کا دیکھنا ولی را ولی می شناسد کے ضمن میں آتا ہے۔ اپنے اس روحانی جانشین کے متعلق اعلان فرما رہے ہیں کہ[۱] مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب حالات محمود ہیں۔ اور آپ سے کثیر مخلوق کو ظاہری و باطنی فائدہ پہنچنے کی بشارت دیتے ہیں نیز طالبین حق کو ہدایت فرماتے ہیں کہ[۲] مولانا موصوف کو میری جگہ مانتے ہوئے انکی ہدایات و ارشادات پر عمل پیرا ہوں —— ایسا ہی ان کے معاصرین اکابرین کا معاملہ ہے کہ وہ مولانا بریلوی کے اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق الزامات اور فتاویٰ تکفیر دیکھنے سننے کے باوجود اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے

[۱] مکتوبات امدادیہ مطبوعہ مطبع احمدی لکھنؤ مکتوب نمبر ۳۶ [۲] ایضاً مکتوب نمبر ۳
ایضاً مکتوب نمبر ۳۶، ۲۹، ۳۱

مثلاً مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ جو تحریک خلافت کے بانی مبانی ہیں اور اپنے دور میں علمائے فرنگی محل لکھنؤ کے سردار ہیں اور یہ علمائے ہند کا وہ خاندان ہے کہ از ابتدائے اسلام تا ایں زمانہ جتنی کثرت سے اصحاب درس و تدریس اور اہل فتویٰ و تالیف و تصنیف اس خاندان میں ہوتے ہیں۔ شاید ہی ہند کے کسی دوسرے خاندانِ علما میں ہوئے ہوں۔

آپ سے مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اکابرین علمائے دیوبند بشمول مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کا فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں مگر آپ انہیں یہ جتا کر کہ[۵] میں ان حضرات کی تکفیر کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میرے اکابر اساتذہ و مشائخ کہ تمام کے تمام شریعت و طریقت کے جامع تھے ان حضرات اکابرین علمائے دیوبند سے برادرانہ اور دوستانہ ہی مراسم رکھا کئے ہیں۔"

اپنی اور اپنے آباؤ مشائخ جملہ علمائے فرنگی محل لکھنؤ کی طرف سے اکابرین علمائے دیوبند کی عبارات و تحریرات کے کفریہ معانی و مفاہیم کی حامل و محتمل نہ ہونے کا اعلان فرما دیتے ہیں۔

[۵] حیات اعلیٰحضرت ص۳۰

نتیجہ بحث:۔ اکابرین علمائے دیوبند کے ساتھ ان کے معاصر علما و صوفیا کے برتاؤ کا یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے۔ اکابرین علمائے دیوبند کے یہ معاصر علما و صوفیا ہمارے بریلوی علما کے نزدیک معتمد و مستند ہیں یا کم از کم ان کے متقدین و معتمدین کے نزدیک معتمد و مستند تو ضرور ہیں۔

اس جائزے سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ وہ حضرات معتمدین و مستندین اکابرین علمائے دیوبند کی مبینہ تحریرات و عبارات کے باوجود انہیں کافر نہیں سمجھتے تھے۔ یہ چیز اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی اکابرین علمائے دیوبند کی مبینہ عبارات و تحریرات سے وہ معانی و مفاہیم مراد نہیں ہیں جو کفریہ ہیں اور مکفر بریلوی علما باور کرا رہے ہیں، کیونکہ اگر وہ معانی و مفاہیم مراد ہوتے جو مکفر بریلوی علما مراد لیتے ہیں تو یہ حضرات معتمدین و مستندین اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر سے انکار نہ کرتے کیونکہ خدا و رسول کی عزت و حرمت انہیں مکفر بریلوی علما سے کچھ کم عزیز نہیں ہے۔

دوسری بات جو اس جائزے سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اکابرین علمائے بریلی کے اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر کے فتوے اُن کی بدگمانی کا نتیجہ ہیں جس میں وہ اپنی سادہ لوحی سے نادانستگی میں دشمنانِ دین کی سازش کا شکار ہو کر مبتلا ہو گئے تھے۔

اب صورتِ حال یہ بنتی ہے کہ ایک طرف تو ایسے علمائے

امت اور صوفیائے ملت ہیں جنہیں ہمارے اکابر بریلوی علما بھی معتمد و مستند اور بزرگ و محترم مانتے ہیں۔ ان علمائے امت اور صوفیائے ملت کو اکابرین علمائے دیوبند کو قریب سے دیکھنے سننے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ یہ علما و صوفیا تو اکابرین علمائے دیوبند کو کافر نہیں کہتے بلکہ مومن و مسلم اور بزرگ و محترم قرار دیتے ہیں۔ دوسری طرف مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم نوا علما ہیں۔ جن کا کبھی اکابرین علمائے دیوبند سے رابطہ واسطہ نہیں رہا نیز جنہیں دشمنانِ دین نے اکابرین علمائے دیوبند سے شدید متنفر بھی کر رکھا ہے۔ ان کا اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق یہ فتویٰ ہے کہ وہ کافر ہیں ایسے کہ جو انہیں کافر نہ کہے وہ بھی انہی کی طرح کافر ہے۔

اب اگر اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق متذکرہ اجلہ علمائے امت اور اکابر صوفیائے ملت کے نظریئے و عقیدے کو درست تسلیم کیا جائے اور دین و دانش کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اسے ہی صحیح یقین کیا جائے کیونکہ ان علما و صوفیا کا ایمان و اسلام، علم و تقویٰ اور امانت و دیانت اکابر بریلوی علما کے نزدیک بھی مسلم ہے نیز ان حضرات کی اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق شہادت ان کے ذاتی مطالعے اور مشاہدے پر مبنی ہے۔ تو اس صورت میں مولانا احمد رضا عفا اللہ عنہ کے اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق تکفیری فتووں کو غلط ماننا پڑے گا مگر چونکہ وہ فتوے غلط فہمی پر مبنی ہیں لہٰذا ان کی بنا پر انہیں معذور گردانتے ہوئے قابل

مواخذہ نہیں سمجھا جائے گا۔ لیکن اس کے برعکس اگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی عفا اللہ عنہ کے اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق تکفیری فتوؤں کو درست مانا جائے جبکہ انہیں درست ماننا دین و دانش کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے، اس لیے کہ ایک تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہیں دوسرے ایسے فریق کے متعلق ہیں جن کو انہیں کبھی بالمشافہ دیکھنے سننے کا موقع بھی نہ ملا تو اس صورت میں حسب حکم مولانا بریلوی اکابرین علمائے دیوبند کے ساتھ ساتھ انہیں کافر نہ کہنے والے بلکہ بزرگ و محترم ماننے والے متذکرہ علمائے امت اور صوفیائے ملت کی تکفیر بھی لازم آئے گی۔ بایں طور کہ ان کے ساتھ ہی انہیں معتمد و مستند ماننے والے اکابر علمائے بریلی کہ جن میں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل، تکفیر بھی اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ان اکابر علمائے بریلی کو کہ ان معتمد و مستند علما و صوفیا کی تکفیر نہ کر کے کافر قرار پاتے ہیں، کافر نہ کہکر بلکہ اپنا مقتدا و رہنما مان کر تمام بریلوی علما بلکہ ان کے جملہ معتقدین بھی کافر ٹھہرتے ہیں۔ یہ ایک بار بلکہ کئی بار ہیں کی کسی قدر تفصیل بحمدہ تعالیٰ میرے رسالہ "اُلٹے بانس بریلی کو" میں مذکور و مسطور ہے جو اسی استفتاء کا بفضلہ تعالیٰ تفصیلی جواب ہے۔

اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر کے مبینہ خطرناک مگر منطقی نتیجہ و انجام سے آگاہ ہونے کے بعد اس سے بچنے کے لیے امید ہے کہ اب مکفر بریلوی حضرات بھی ان معتمدین و مستندین علما و صوفیا کی طرح اکابرین علمائے دیوبند کی مبینہ عبارات و تحریرات کو کفریہ معانی و مفاہیم سے پاک مانتے ہوئے اور مولانا بدایونی اور مولانا بریلوی وغیرہ ہم کو اپنی سادہ لوحی سے نادانستگی میں انگریزی سازش کا شکار ہو کر غلط فہمی سے دیئے گئے اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر کے فتووں میں معذور گردانتے ہوئے دیوبندی علما کے ساتھ مل کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور ملک و ملت کی اصلاح و فلاح کیلئے متحدہ و مشترکہ کوشش و سعی کریں گے تاکہ دنیا و آخرت میں سرخرو اور عند اللہ ماجور ہوں۔ ورنہ دیوبندی علما کی تکفیر کے دلدادہ بریلوی علما کو مولانا بریلوی کے متذکرہ تکفیری فتووں کی رو سے اکابرین علمائے دیوبند کے ساتھ ان علما و صوفیا کی تکفیر بھی کرنا پڑے گی جنہوں نے ان حضرات اکابرین علمائے دیوبند کو باوجود ان کی مبینہ تحریرات و عبارات پر مطلع ہونے کے کافر نہ کہا بلکہ تکفیر سے انکار کیا حتیٰ کہ ان کی مدح و ستائش کی۔ نہ صرف انہی اکابر علما و صوفیا کی تکفیر بلکہ ان کو معتمد و مستند ماننے کی وجہ سے اپنے اکابر علمائے بریلی کی بھی اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تکفیر کے دلدادگان ان بریلوی علما کو ان اکابر علمائے بریلی کو کہ ان معتمد و مستند علما و صوفیا کی تکفیر نہ کر کے کافر قرار پاتے ہیں، کافر نہ کہکر بلکہ اپنا مقتدا و راہنما مان کر خود اپنے آپ کو بھی کافر کہنا پڑے گا اسلیے کہ کافر کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر قرار پاتا ہے۔ آخر میں حضرات مکفرین کو بطور سوال دعوتِ فکر اور یہی سوال اس تحریر کا عنوان کہ کیا سبھوں کو یعنی اکابرین علمائے دیوبند کی تکفیر نہ کرنے والے اکابر علما و صوفیا اور ان کے ساتھ انہیں معتمد و مستند ماننے والے اکابر علمائے بریلی بلکہ تمام بریلوی علما اور ان کے جملہ معتقدین جہاں تک کہ خود کو بھی کافر کہو گے؟

اگر تو اس کا جواب اثبات میں ہے تو پھر شوق سے اکابرین علمائے دیوبند کو کافر کہتے پھرو لیکن اگر خود اپنی اور جملہ بریلوی اصاغر و اکابر علما کی تکفیر سے بچنا چاہو تو بریلوی اکابر کے مسلم مستند و معتمد علما و صوفیا کی طرح اکابرین علمائے دیوبند کی عبارات و تحریرات کو ایمانی و اسلامی معانی و مفاہیم کی حامل اور ان کے متعلق اکابر علمائے بریلی کے تکفیری فتاویٰ کو غلط فہمی پر محمول ماننا پڑے گا۔

اب یہ مکفر بریلوی علما پر موقوف ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کون سا راستہ اختیار فرماتے ہیں۔

من نگویم ایں مکن آں بکن
مصلحت بیں و کارِ آساں کن

ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وذریتہ وبارک وسلم

کتبہ: محمد احمد خان نذر الرضوی غفرلہ القوی

نام کتاب	کافر کہو گے؟
بار	اوّل
تعداد	ایک ہزار
ہدیہ	تین روپیہ
مطبع	اشرفی پرنٹنگ پریس فیصل آباد
ناشر	مکتبہ رضویہ ۲۴۹/۱۲ غریب آباد